۴۔ بوڑھی کاکی

پریم چند

پہلی بات : بوڑھے والدین اور دوسرے بزرگوں کی عزت اور ان کی خدمت کرنا انسانی اخلاق میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہر مذہب کی تعلیم میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ ماں باپ کا خیال رکھنا اولاد کا فرض ہے۔ خاص طور پر جب ان کی عمر زیادہ ہوجائے تو ان کی خدمت اور صحت کی طرف اولاد کو دھیان دینا چاہیے۔ ایک دفعہ ایک نوجوان نے رسولِ اکرمؐ سے شکایت کی کہ میرے والد ہمیشہ مجھ سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہتے ہیں۔ کیا یہ مناسب ہے؟ رسول اللہؐ نے اس کے والد کو بلا کر اس کی شکایت سے آگاہ کیا۔ بوڑھا باپ یہ سن کر رونے لگا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو پال پوس کر بڑا کیا۔ جو کچھ میرے پاس تھا، سب اس کی پرورش پر خرچ کر دیا۔ اب میں بوڑھا اور کمزور ہوگیا ہوں اور کمانے کے لائق نہیں تو یہ میری ضروریات پوری کرنے سے انکار کرتا ہے۔

حضورؐ بوڑھے کی بات سن کر آبدیدہ ہوگئے اور نوجوان سے فرمایا: اے نوجوان! سن، تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے والد کی ملکیت ہے۔ پھر آپؐ نے نوجوان کو نصیحت کی کہ اپنے بوڑھے والد کی خدمت کرتا رہے۔ درج ذیل کہانی میں بھی بزرگوں سے حسنِ سلوک کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جان پہچان : پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ پہلے وہ نواب رائے کے نام سے کہانیاں لکھتے تھے بعد میں پریم چند کے نام سے لکھنے لگے۔ وہ ۳۱ر جولائی ۱۸۸۰ء کو بنارس کے ایک گاؤں لمہی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے گاؤں میں حاصل کی۔ بعد میں پرائمری اسکول میں مدرّس ہوگئے۔ انھیں بچپن سے لکھنے کا شوق تھا۔ ۱۹۰۸ء میں ان کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ 'سوزِ وطن' کے نام سے شائع ہوا جس پر انگریزی حکومت نے پابندی عائد کردی تھی۔ ۱۹۲۱ء میں انھوں نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے کر ادب اور صحافت کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ پریم چند نے اپنے افسانوں اور ناولوں کے ذریعے وطن دوستی، سماجی اصلاح اور قومی یکجہتی کو فروغ دیا۔ انھوں نے تقریباً تین سو افسانے لکھے۔ 'گئودان، میدانِ عمل، چوگانِ ہستی، بازارِ حسن، پردۂ مجاز' وغیرہ اُن کے مشہور ناول ہیں۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو بنارس میں ان کا انتقال ہوا۔

بُڑھاپا اکثر بچپن کا دَورِ ثانی ہوا کرتا ہے۔ بوڑھی کاکی میں ذائقے کے سِوا کوئی حس باقی نہ تھی۔ آنکھیں، ہاتھ، پیر سب جواب دے چکے تھے۔ زمین پر پڑی رہتیں اور جب گھر والے کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف کرتے، کھانے کا وقت ٹل جاتا یا مقدار کافی نہ ہوتی یا بازار سے کوئی چیز آتی اور انھیں نہ ملتی تو رونے لگتی تھیں۔ ان کے شوہر کو مرے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ سات بیٹے جوان ہو ہو کر داغ دے گئے تھے اور اب ایک بھتیجے کے سوا دنیا میں ان کا کوئی نہ تھا۔ اسی بھتیجے کے نام انھوں نے ساری جائداد لکھ دی تھی۔ ان حضرت نے لکھاتے وقت تو خوب لمبے چوڑے وعدے کیے تھے لیکن وہ وعدے دلالوں کے سبز باغ تھے۔ اگرچہ اس جائداد کی سالانہ آمدنی ڈیڑھ دو سو روپے سے کم نہ تھی لیکن بوڑھی کاکی کو پیٹ بھر رُوکھا دانہ بھی مشکل سے ملتا تھا۔

بدھ رام کو کبھی کبھی اپنی بے انصافی کا احساس ہوتا۔ وہ سوچتے کہ اس جائداد کی بدولت میں اس وقت بھلا آدمی بنا بیٹھا ہوں اور اگر زبانی تشفّی سے صورتِ حال میں کچھ اصلاح ہوسکتی تو انھیں مطلق دریغ نہ ہوتا لیکن مزید خرچ کا خوف ان کی نیکی کو دبائے رکھتا تھا۔ اس کے برعکس اگر دروازے پر کوئی بھلا مانس بیٹھا ہوتا اور بوڑھی کاکی اپنا نغمۂ بے ہنگام شروع کر دیتیں تو وہ آگ ہوجاتے تھے اور گھر میں آ کر انھیں ڈانٹتے تھے۔ لڑکے والد کا یہ رنگ دیکھ کر بوڑھی کاکی کو اور بھی دق کرتے۔

سارے گھر میں اگر کسی کو کاکی سے محبت تھی تو وہ بدھ رام کی چھوٹی لڑکی لاڈلی تھی۔ لاڈلی اپنے دونوں بھائیوں کے خوف سے

اپنے حصّے کی مٹھائی یا چبینا بوڑھی کاکی کے پاس بیٹھ کر کھایا کرتی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ بدھ رام کے دروازے پر شہنائی بج رہی تھی۔ آج بدھ رام کے بڑے لڑکے سکھ رام کا تلک آیا ہے۔ یہ اسی کا جشن ہے۔ گھر میں مستورات گا رہی تھیں اور رؤپا مہمانوں کی دعوت کا سامان کرنے میں مصروف تھی۔ بھٹیوں پر کڑھاؤ چڑھے ہوئے تھے۔ ایک میں پوریاں کچوریاں نکل رہی تھیں، دوسرے میں سموسے۔ ایک بڑے ہنڈے میں مسالے دار ترکاری پک رہی تھی۔ گھی اور مسالے کی اشتہا انگیز خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

بوڑھی کاکی اپنی اندھیری کوٹھری میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ لذّت آمیز خوشبو انھیں بے تاب کر رہی تھی۔ ان کی چشمِ خیال میں پوریوں کی تصویر ناچنے لگی۔ خوب لال لال پھولی پھولی نرم نرم ہوں گی۔ ایک پوری ملتی تو ذرا ہاتھ میں لے کر دیکھتی۔ کیوں نہ چل کر کڑھاؤ کے سامنے ہی بیٹھوں۔

اس طرح فیصلہ کرکے بوڑھی کاکی اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کے بل کھسکتی ہوئی بمشکل تمام چوکھٹ سے اُتریں اور دھیرے دھیرے رینگتی ہوئی کڑھاؤ کے پاس جا بیٹھیں۔ رؤپا اس وقت ایک سراسیمگی کی حالت میں تھی۔ کبھی اِس کمرے میں جاتی، کبھی اُس کمرے میں۔ کبھی کڑھاؤ کے پاس، کبھی کوٹھے پر۔ بیچاری اکیلی عورت چاروں طرف دوڑتے دوڑتے حیران ہو رہی تھی۔ جھنجھلاتی تھی، کڑھتی تھی پر غصّہ باہر نکلنے کا موقع نہ پاتا تھا۔ اسی کشمکش کے عالم میں اس نے بوڑھی کاکی کو کڑھاؤ کے پاس بیٹھے دیکھا تو جل گئی۔ غصّہ نہ رُک سکا۔ جیسے مینڈک کیچوے پر جھپٹتا ہے، اسی طرح وہ بوڑھی کاکی پر جھپٹی اور انھیں دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑ کر بولی، ''ایسے پیٹ میں آگ لگے۔ پیٹ ہے کہ آگ کا کُنڈ۔ کوٹھری میں بیٹھتے کیا دَم گھُٹتا تھا۔ ابھی مہمانوں نے نہیں کھایا۔ دیوتاؤں کا بھوگ تک نہیں لگا۔ تب تک صبر نہ ہو سکا۔ آکر چھاتی پر سوار ہو گئیں۔ بھلا چاہتی ہو تو جا کر کوٹھری میں بیٹھو۔ جب گھر کے لوگ کھانے لگیں گے تو تمھیں بھی ملے گا۔ تم کوئی دیوی نہیں ہو کہ چاہے کسی کے منہ میں پانی تک نہ جائے لیکن پہلے تمھاری پوجا کرے۔''

بوڑھی کاکی نے سر نہ اُٹھایا، نہ روئیں نہ بولیں؛ چپ چاپ رینگتی ہوئی وہاں سے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ صدمہ ایسا سخت تھا کہ دِل و دماغ کی ساری قوّتیں اس طرف رجوع ہو گئی تھیں۔

کھانا تیار ہو گیا۔ آنگن میں پتّل پڑ گئے۔ مہمان کھانے لگے۔ بوڑھی کاکی اپنی کوٹھری میں جا کر پچھتا رہی تھیں کہ کہاں سے کہاں گئی۔ انھیں رؤپا پر غصّہ نہیں تھا۔ اپنی عُجلت پر افسوس تھا۔ سچ تو ہے، جب تک مہمان کھا نہ چکیں گے، گھر والے کیسے کھائیں گے۔ مجھ سے اتنی دیر بھی نہ رہا گیا۔ اب جب تک کوئی بُلانے نہ آئے گا، نہ جاؤں گی۔

دِل میں یہ فیصلہ کرکے وہ خموشی سے بُلاوے کا انتظار کرنے لگیں۔ انھیں ایک ایک لمحہ ایک ایک گھنٹا معلوم ہوتا تھا۔ اب پتّل بچھ گئے ہوں گے۔ معلوم ہوتا ہے لوگ کھانے پر بیٹھ گئے۔ پھر انھیں لگا کہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ کیا اتنی دیر تک لوگ کھا ہی رہے ہوں گے۔ کسی کی بول چال سنائی نہیں دیتی۔ ضرور لوگ کھا پی کے چلے گئے۔ مجھے کوئی بُلانے نہیں آیا۔ رؤپا چڑ گئی ہے، کیا جانے کہ نہ بُلائے۔ سوچتی ہو کہ آپ ہی آئیں گی۔ کوئی مہمان نہیں کہ بُلا کر لاؤں۔

بوڑھی کاکی چلنے کے لیے تیار ہوئیں۔ انھوں نے دل میں طرح طرح کے منصوبے باندھے، ''پہلے ترکاری سے پوریاں کھاؤں گی، پھر دہی اور شکر سے۔ کچوریاں رائتے کے ساتھ مزیدار معلوم ہوں گی۔ چاہے کوئی بُرا مانے یا بھلا، میں تو مانگ مانگ کر کھاؤں گی۔''

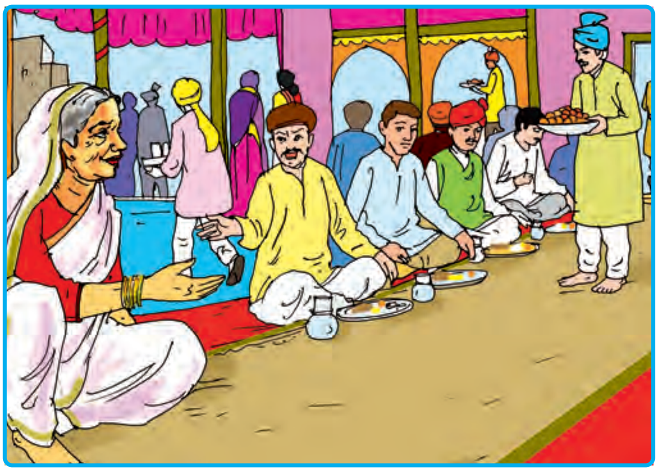

بؤڑھی کاکی اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کے بل کھسکتی ہوئی آنگن میں آئیں۔ مہمانوں کی جماعت ابھی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ رینگتی ہوئی ان کے بیچ میں جا پہنچیں۔ کئی آدمی چونک کر اُٹھ کھڑے ہوئے، آوازیں آئیں، ''ارے، یہ کون بڑھیا ہے؟'' پنڈت بدھ رام کاکی کو دیکھتے ہی غصّے سے تلملا گئے۔ پؤریوں کا تھال لیے کھڑے تھے۔ تھال کو زمین پر پٹک دیا اور جس طرح بے رحم ساہوکار اپنے کسی مفرؤر اسامی کو دیکھتے ہی جھپٹ کر اس کا ٹیٹوا لیتا ہے، اسی طرح لپک کر انھوں نے بوڑھی کاکی کے دونوں شانے پکڑے اور گھسیٹتے ہوئے لا کر اندھیری کوٹھری میں دھم سے گرا دیا۔

مہمانوں نے کھانا کھایا۔ گھر والوں نے کھایا۔ باجے والے، دھوبی چمار بھی کھا چکے لیکن بؤڑھی کاکی کو کسی نے نہ پؤچھا۔ بدھ رام اور رؤپا دونوں ہی انھیں ان کی بے حیائی کی سزا دینے کا تصفیہ کر چکے تھے۔ ان کے بڑھاپے پر، بے کسی پر، فتورِ عقل پر کسی کو ترس نہیں آتا تھا۔ اکیلی لاڈلی ان کے لیے کڑھ رہی تھی۔

دونوں بار جب اس کی ماں اور باپ نے کاکی کو بے رحمی سے گھسیٹا تو لاڈلی کا کلیجا بیٹھ کر رہ گیا۔ وہ جھنجلا رہی تھی کہ یہ لوگ کاکی کو کیوں بہت سی پؤریاں نہیں دے دیتے۔ وہ کاکی کے پاس جا کر انھیں تشفّی دینا چاہتی تھی لیکن ماں کے خوف سے نہ جاتی تھی۔ اس نے اپنے حصّے کی پؤریاں بھی نہ کھائی تھیں۔ وہ یہ پؤریاں کاکی کے پاس لے جانا چاہتی تھی۔ بوڑھی کاکی میری آواز سنتے ہی اُٹھ بیٹھیں گی۔ پؤریاں دیکھ کر کیسی خوش ہوں گی۔ مجھے خوب پیار کریں گی۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ رؤپا آنگن میں پڑی سو رہی تھی۔ لاڈلی کی آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ کاکی کو پؤریاں کھلانے کی خوشی اسے سونے نہ دیتی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ امّاں غافل سو رہی ہیں تو وہ چپکے سے اُٹھی، پٹاری اٹھائی اور بوڑھی کاکی کی کوٹھری کی طرف چلی۔

بؤڑھی کاکی کو محض اتنا یاد تھا کہ کسی نے میرے شانے پکڑے، پھر انھیں ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی پہاڑ پر اُڑائے لیے جاتا ہے۔ ان کے پیر بار بار پتھروں سے ٹکرائے۔ تب کسی نے انھیں پہاڑ پر سے پٹک دیا۔ وہ بے ہوش ہو گئیں۔

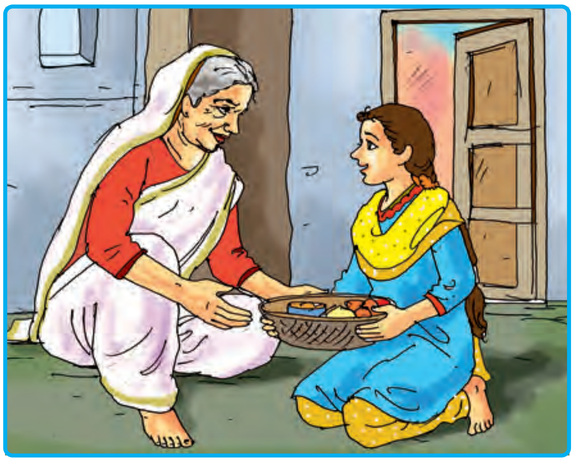

یکایک ان کے کان میں آواز آئی ''کاکی اُٹھو، میں پؤریاں لائی ہوں۔''

کاکی نے لاڈلی کی آواز پہچانی۔ چٹ پٹ اٹھ بیٹھیں۔ دونوں ہاتھوں سے لاڈلی کو ٹٹولا اور اسے گود میں بٹھا لیا۔ لاڈلی نے پؤریاں نکال کر دیں۔ کاکی نے پوچھا، ''کیا تمھاری امّاں نے دی ہیں؟''

لاڈلی نے فخر سے کہا، ''نہیں، یہ میرے حصّے کی ہیں۔''

کاکی پؤریوں پر ٹوٹ پڑیں۔ پانچ منٹ میں پٹاری خالی ہو گئی۔ لاڈلی

نے پوچھا، ''کاکی پیٹ بھر گیا؟''

جیسے تھوڑی سی بارش ٹھنڈک کی جگہ اور بھی حبس پیدا کر دیتی ہے، اسی طرح ان چند پوریوں نے کاکی کی اشتہا اور رغبت کو اور بھی تیز کر دیا تھا۔ بولیں، ''نہیں، بیٹی جا کے امّاں سے اور مانگ لاؤ۔''

لاڈلی نے کہا، ''اماں سوتی ہیں۔ جگاؤں گی تو ماریں گی۔''

کاکی نے پٹاری کو پھر ٹٹولا۔ اس میں چند ریزے گرے تھے۔ انھیں نکال کر کھا گئیں۔ بار بار ہونٹ چاٹتی تھیں۔ چٹخارے بھرتی تھیں۔ یکایک لاڈلی سے بولیں، ''میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے چلو جہاں مہمانوں نے بیٹھ کر کھانا کھایا تھا۔''

لاڈلی ان کا منشا نہ سمجھ سکی۔ اس نے کاکی کا ہاتھ پکڑا اور انھیں لا کر جھوٹے پتّلوں کے پاس بٹھا دیا اور غریب بھوک کی ماری بڑھیا پتّلوں سے پوریوں کے ٹکڑے چن چن کر کھانے لگی۔ دہی کتنا لذیذ تھا۔ سالن کتنا مزیدار، کچوریاں کتنی سلونی، سموسے کتنے خستہ اور نرم!

عین اسی وقت رُوپا کی آنکھ کھُلی۔ اسے معلوم ہوا کہ لاڈلی پاس نہیں ہے۔ چونکی، چارپائی کے اِدھر اُدھر تاکنے لگی کہ کہیں لڑکی نیچے تو نہیں گر پڑی۔ اسے وہاں نہ پا کر وہ اُٹھ بیٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ لاڈلی جھوٹے پتّلوں کے پاس چپ چاپ کھڑی ہے اور بوڑھی کاکی پتّلوں پر سے پوریوں کے ٹکڑے اُٹھا اُٹھا کر کھا رہی ہیں۔ رُوپا کا کلیجا سَن سے ہو گیا۔ یہ وہ نظارہ تھا جس سے دیکھنے والوں کے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ درد اور خوف سے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس کو اپنی خود غرضی اور بے انصافی آج تک کبھی اتنی صفائی سے نظر نہ آئی تھی۔ ہائے میں کتنی بے رحم ہوں! جس کی جائداد سے مجھے دو سو روپے سال کی آمدنی ہو رہی ہے، اس کی یہ درگت اور میرے کارن۔ اے ایشور! مجھ سے بڑا بھاری گناہ ہوا ہے۔ مجھے معاف کر دو۔

رُوپا نے چراغ جلایا۔ اپنے بھنڈارے کا دروازہ کھولا اور ایک تھالی میں کھانے کی سب چیزیں لیے ہوئے بوڑھی کاکی کی طرف چلی۔

''کاکی اُٹھو، کھانا کھا لو۔'' رُوپا نے رِقّت آمیز لہجے میں کہا، ''مجھ سے آج بڑی بھوُل ہوئی۔ اس کا بُرا نہ ماننا۔ پرماتما سے دعا کرو کہ وہ میری خطا معاف کر دے۔''

بھولے بھالے بچّے کی طرح جو مٹھائیاں پا کر مار اور گھُرکیاں سب بھوُل جاتا ہے، بوڑھی کاکی بیٹھی ہوئی کھانا کھا رہی تھیں۔ ان کے ایک ایک رُوئیں سے سچی دعائیں نکل رہی تھیں اور رُوپا بیٹھی یہ رُوحانی نظارہ دیکھ رہی تھی۔

معنی و اشارات

دورِ ثانی	–	دوسرا دور
داغ دینا	–	مرجانا
سبز باغ	–	جھوٹے وعدے
تشفی	–	تسلّی
دریغ	–	ہچکچاہٹ
نغمۂ بے ہنگام	–	مراد غیر ضروری بات
دِق کرنا	–	ستانا، پریشان کرنا
تلک آنا	–	رشتہ پکا ہونا
اشتہا انگیز	–	بھوک بڑھانے والا
چشمِ خیال	–	تصوّر

سراسیمگی	-	گھبراہٹ
جل گئی	-	مراد ناراض ہوگئی
کُنڈ	-	چولھا
بھوگ	-	چڑھاوا
رجوع ہونا	-	متوجہ ہونا
پتّل	-	پتّوں سے بنی ہوئی تھالی
مفرور	-	فرار ہونے والا
اسامی	-	شخص

ٹیٹوالینا	-	گلا پکڑلینا
تصفیہ	-	فیصلہ
گھڑکیاں	-	ڈانٹ ڈپٹ
درگت	-	بُری حالت
کارن	-	وجہ
بھنڈارا	-	جہاں کھانے پینے کی چیزیں رکھی جاتی ہیں، رسوئی
رِقّت آمیز	-	دردبھرا

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ ہر مذہب کی کیا تعلیم ہے؟

۲۔ حضورؐ نے نوجوان کو کیا نصیحت کی؟

۳۔ مصنف کی کس کتاب پر انگریز حکومت نے پابندی عائد کی تھی؟

۴۔ مصنف نے بُڑھاپے کو کیا کہا ہے؟

۵۔ بوڑھی کاکی کے کتنے بیٹے تھے؟

۶۔ لڑکے بوڑھی کاکی کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے؟

۷۔ بوڑھی کاکی سے کسے محبت تھی؟

۸۔ رؤپا کون تھی؟

۹۔ تلک کس کا آیا تھا؟

۱۰۔ بوڑھی کاکی کو کس بات کا افسوس تھا؟

۱۱۔ لاڈلی بوڑھی کاکی کے لیے کیا لائی؟

۱۲۔ بوڑھی کاکی جھوٹے پتّلوں کے پاس بیٹھ کر کیا کررہی تھی؟

✤ **مختصر جواب لکھیے:**

۱۔ بوڑھی کاکی رونے کیوں لگتی تھیں؟

۲۔ بوڑھی کاکی کے خیال میں پوریوں کا تصوّر کیسا تھا؟

۳۔ بوڑھی کاکی کو کڑھاؤ کے پاس بیٹھے دیکھ کر رؤپا نے کیا کہا؟

۴۔ پنڈت بدھ رام نے غصّے میں کیا کِیا؟

۵۔ بوڑھی کاکی نے دل میں کس طرح کے منصوبے باندھے؟

✤ **مفصّل جواب لکھیے:**

۱۔ بدھ رام کو جب اپنی بے انصافی کا احساس ہوتا تو وہ کیا سوچتے؟

۲۔ جب رؤپا کی آنکھ کُھلی تو اس نے کیا دیکھا؟

۳۔ آخر میں رؤپا نے کیا کِیا؟

تلاش وجستجو

✤ **سبق کی مدد سے صحیح لفظ کا انتخاب کرکے ذیل کے جملوں کو مکمل کیجیے:**

۱۔ پریم چند کا اصل نام.............تھا۔ (نواب رائے / دھنپت رائے)

۲۔ بڑھاپا اکثر بچپن کا .... ہوتا ہے۔ (دَورِثانی / دَورِآخر)

۳۔ بوڑھی کاکی میں .... کے سوا کوئی حس باقی نہ تھی۔ (ذائقہ / بھوک)

۴۔ اُن کے شوہر کو مرے ہوئے ایک ......گزر گیا تھا۔ (عرصہ / زمانہ)

۵۔ بوڑھی کاکی اپنی اندھیری.............میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ (کوٹھری / گلی)

۶۔ بوڑھی کاکی .... ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ (چلتی / رینگتی)

۷۔ پنڈت بدھ رام کاکی کو دیکھتے ہی .... سے تلملا گئے۔ (تکلیف / غصّے)

۸۔ لاڈلی ان کا .... نہ سمجھ سکی۔ (منشا / منصوبہ)

۹۔ اے .... مجھ سے بڑا بھاری گناہ ہوا ہے۔ (ایشور / بھگوان)

وسعت میرے بیان کی

✤ سبق کی روشنی میں ان جملوں کی وضاحت کیجیے:

۱۔ سات بیٹے جوان ہو ہو کر داغ دے گئے تھے۔

۲۔ بوڑھی کاکی اپنا نغمۂ بے ہنگام شروع کر دیتیں۔

۳۔ ان کے بڑھاپے پر، بے کسی پر، فتورِ عقل پر کسی کو ترس نہیں آتا تھا۔

۴۔ ان چند پوریوں نے کاکی کی اشتہا اور رغبت کو اور بھی تیز کر دیا تھا۔

۵۔ اُنھیں ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی پہاڑ پر اُڑائے لیے جاتا ہے۔

لغت کا استعمال

✤ لغت کی مدد سے ذیل کے الفاظ کے معنی تلاش کر کے حروفِ تہجی کی ترتیب میں لکھیے:

مستورات ، عجلت ، فتور ، منشا ، رغبت

✤ لذت آمیز کے معنی لذیذ ہیں۔ اسی طرح مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کر کے بیاض میں لکھیے:

تضحیک آمیز ، کم آمیز ، طنز آمیز ، رنگ آمیز

بول چال

✤ درج ذیل محاوروں کے معنی بتا کر جملوں میں استعمال کیجیے:

کلیجا سَن سے ہونا	،	دل کانپ اُٹھنا
چٹخارے بھرنا	،	کلیجا بیٹھ جانا
منصوبے باندھنا	،	ٹیٹوا لینا
چھاتی پر سوار ہونا	،	آگ ہونا

سرگرمی/منصوبہ:

اسکول کی لائبریری سے پریم چند کے افسانوں کا مجموعہ 'واردات' حاصل کر کے پڑھیے اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھوائیے۔

آئیے زبان سیکھیں

استفہامیہ جملہ: آپ جتنے اسباق پڑھ چکے ہیں ان کی مشقوں میں پوچھے جانے والے سوالات ایک بار پھر پڑھیے۔ جیسے

۱۔ آہ فلک پر کیوں جاتی ہے؟

۲۔ برسرِ پیکار کون ہیں؟

۳۔ بی بی رقیّہ کون تھیں؟

۴۔ شام کی فضا عام طور پر کیسی ہوتی ہے؟

۵۔ شاعر نے سرخ بادلوں کو کیا کہا ہے؟

آپ جانتے ہیں کہ یہ سوالات بھی جملے ہیں لیکن ان میں کچھ باتیں پوچھی گئی ہیں یعنی سوال کیے گئے ہیں۔ جس جملے میں کوئی بات پوچھی جاتی ہے یا کسی اسم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو ایسے جملے کو '**استفہامیہ جملہ**' کہتے ہیں یعنی سوالیہ جملہ۔ ایسے جملے کے خاتمے پر **سوالیہ نشان (؟)** لگایا جاتا ہے۔ استفہامیہ جملوں میں کچھ خاص الفاظ ضرور استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے اوپر دیے گئے جملوں میں 'کیوں، کون، کسے، کہاں، کیا' وغیرہ۔

✤ ذیل میں دیے ہوئے جملوں کو استفہامیہ جملوں میں تبدیل کیجیے:

۱۔ بوڑھی کاکی زمین پر پڑی رہتی۔

۲۔ بوڑھی کاکی رونے لگی تھیں۔

۳۔ ایک بھتیجے کے سوا ان کا دنیا میں کوئی نہ تھا۔

۴۔ کاکی کو لاڈلی سے محبت تھی۔

۵۔ لذت آمیز خوشبو انھیں بے تاب کر رہی تھی۔